گلگت بلتستان کا مُستقبل

از

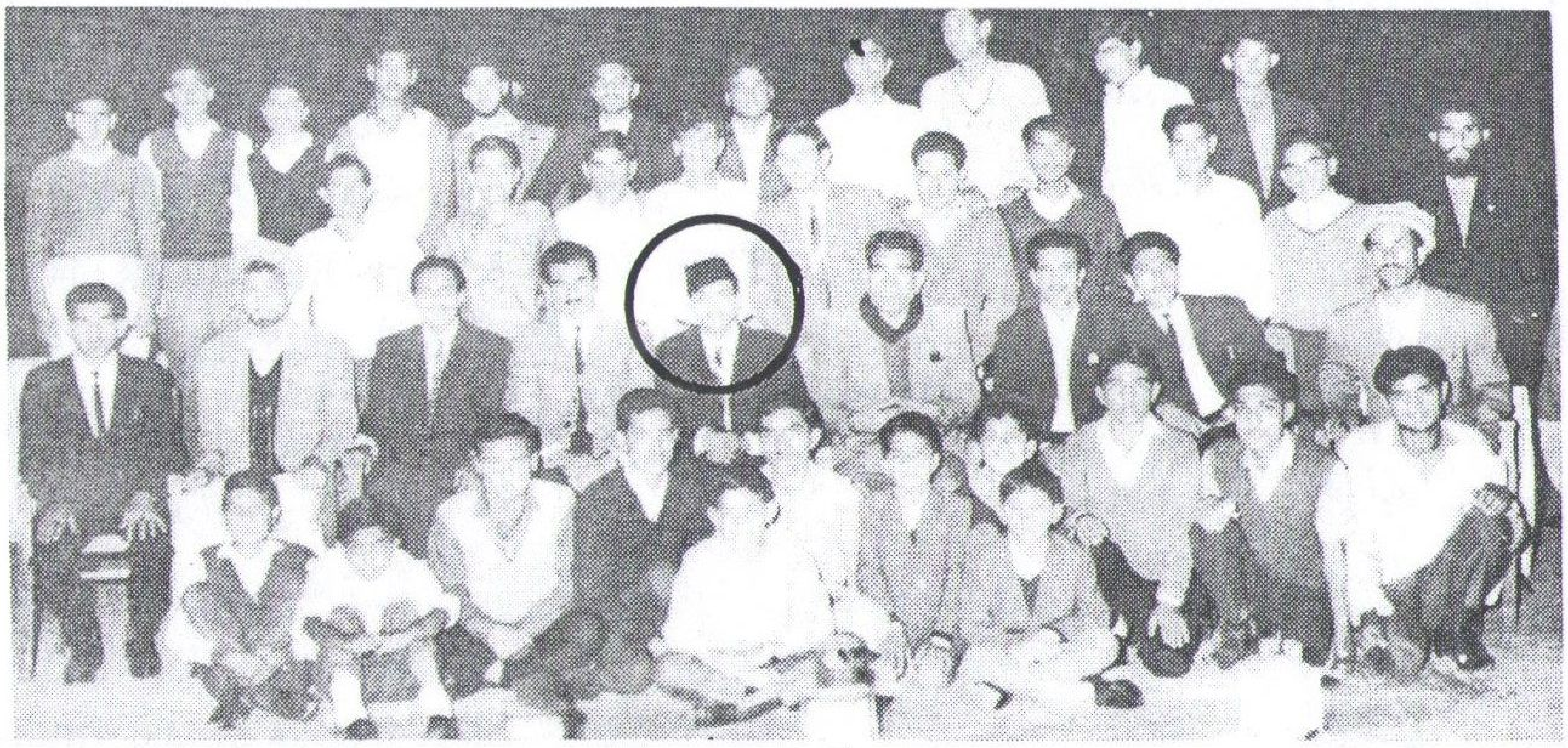
امان اللہ خان

چیئرمین جموں کشمیر لبریشن فرنٹ

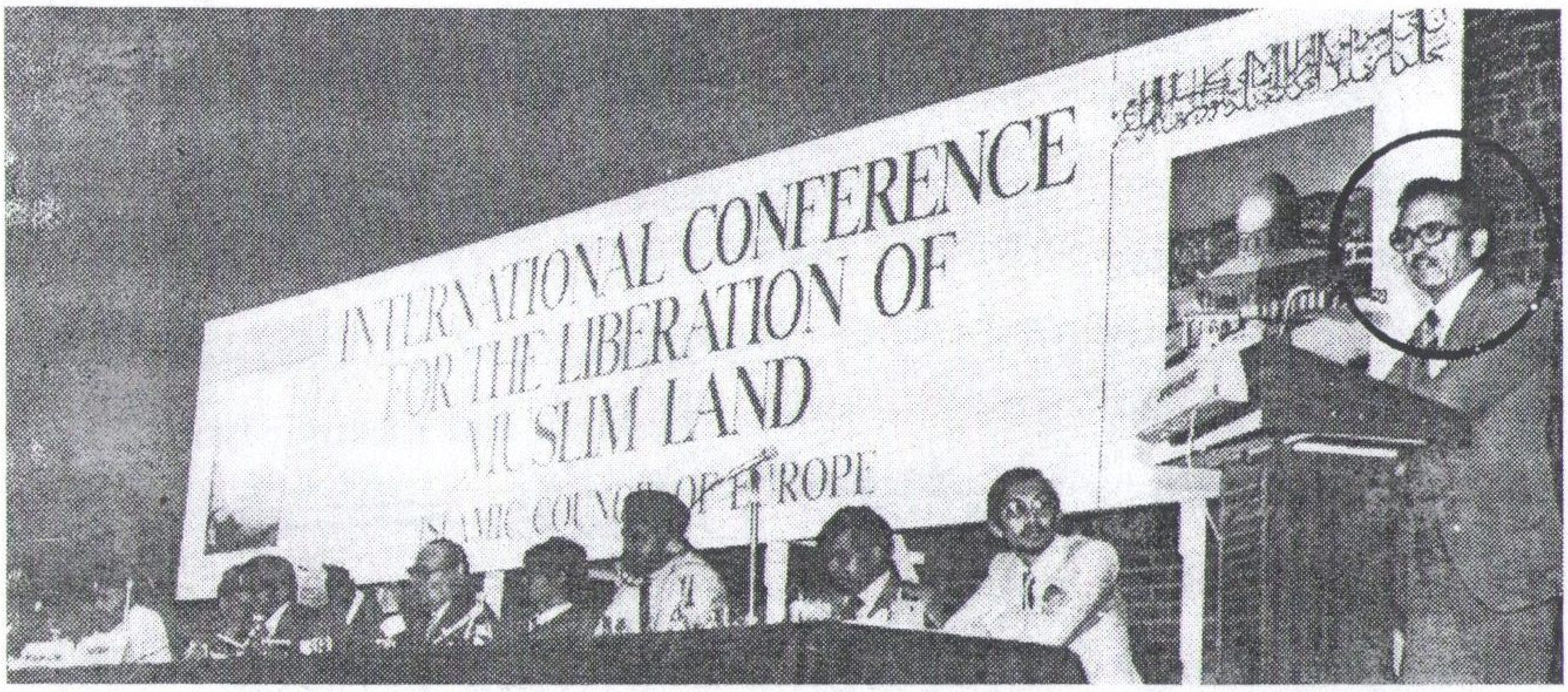
امان اللہ خان کی سرگرمیوں میں سے کچھ ---- تصویروں کی زبانی



ہائیڈ پارک لندن میں کشمیری مظاہرین سے خطاب کرتے ہوئے



کراچی میں زیر تعلیم گلگتی طلباء اور زعماء کے ساتھ



لندن میں مسلم تحاریک آزادی کے سربراہوں کے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے

کچھ مصنف کے بارے میں

اس کتابچے کے مصنف جناب امان اللہ خان (چیئرمین جموں کشمیر لبریشن فرنٹ) 24 اگست 1934 کو ریاست جموں کشمیر کے علاقہ گلگت (استور) کے موضع پری شنگ میں پیدا ہوئے۔ ڈھائی سال کی عمر میں والد کا سایۂ شفقت سر سے اٹھ گیا تو 1940ء میں انہیں ان کی ہمشیرہ (مرحومہ) جن کی شادی موجودہ بھارتی مقبوضہ کشمیر کے علاقہ ہائی ہامہ ضلع کپوارہ میں ہوئی تھی اپنے ساتھ ہائی ہامہ لے گئیں کیونکہ ایک مضبوط خاندان کے ساتھ دشمنی کی وجہ سے پری شنگ میں ننھے امان اللہ کی جان خطرے میں تھی۔ انہوں نے پرائمری کے خصوصی امتحان میں پوری تحصیل ہندواڑہ میں اول پوزیشن حاصل کر کے میرٹ سکالر شپ حاصل کیا۔ مڈل میں ضلع بھر میں دوم آئے اور میٹرک (1950) میں پوری کشمیر یونیورسٹی میں مسلمان لڑکوں میں اول پوزیشن حاصل کی۔ شروع سے ہی تحریکِ آزادی سے وابستگی تھی اور اس سلسلے میں 13 سال کی عمر میں ایک رات حوالات میں بھی گزاری تھی۔ چنانچہ سری پرتاپ کالج سرینگر میں دوران طالب علمی بھی وہ تحریکِ آزادی سے وابستہ رہے اور آخر ان کی بھارت مخالف سرگرمیوں کی وجہ سے ان کے خلاف وارنٹ گرفتاری نکلے جن کی اطلاع انہیں ایک ہمدرد پولیس افسر نے دی چنانچہ وہ سرینگر سے جموں پہنچے اور جنوری 1952ء میں پاکستان آئے۔ چند ماہ ایڈورڈز کالج پشاور میں زیر تعلیم رہنے کے بعد وہ کراچی چلے گئے۔ کراچی جانے سے پہلے انہوں نے پشاور میں گلگت سٹوڈنٹس فیڈریشن قائم کی جس کے وہ پہلے جنرل سیکرٹری منتخب ہوئے۔ سلطان حمید (المعروف کرنل) اسکے صدر اور غازی جوہر (سابق ڈپٹی کمشنر) جوائنٹ سیکرٹری تھے۔ یہ گلگت بلتستان کے طلباء کی پہلی تنظیم تھی۔

کراچی میں حصولِ تعلیم کے ساتھ ساتھ انہوں نے تحریکِ آزادئ کشمیر اور گلگت بلتستان سے متعلق معاملات میں اپنی سرگرمیاں جاری رکھیں۔ 1957 میں دو ذاتی تعلیمی اداروں (حبیبیہ نائٹ کالج اور میری ڈیل انگلش سکول) کے قیام کے بعد انہوں

نے ان اداروں کو اپنے تحریکی اور فلاحی مقاصد کے لئے استعمال کیا۔ چنانچہ گلگت بلتستان اور آزاد کشمیر سے تعلق رکھنے والے سینکڑوں افراد نے جو محنت مزدوری کے لئے کراچی گئے تھے' امان اللہ خان کے نائٹ سکول (و کالج) میں بغیر کسی فیس کے تعلیم حاصل کی اور ان علاقوں سے تعلق رکھنے والے درجنوں ان افراد کو جو کراچی کے کالجوں اور یونیورسٹی میں زیر تعلیم تھے جناب امان اللہ خان نے حبیبیہ نائٹ سکول و کالج میں ملازمت دے کر انہیں اپنی تعلیم کے سلسلے میں خود کفیل بنا دیا۔ گلگت بلتستان سے تعلق رکھنے والے طلباء کی تنظیم گلگت بلتستان سٹوڈنٹس سنٹرل آرگنائزیشن نے چند سال تک گلگت بلتستان کے طلباء کے ہی نہیں بلکہ وہاں کے عوامی حقوق کے بارے میں بھی انتہائی اہم کردار ادا کیا۔ اس تنظیم کے قیام اور اس کو سرگرم بنانے میں بھی کلیدی کردار جناب امان اللہ خان نے ہی ادا کیا۔ یہی نہیں انہوں نے گلگت بلتستان یونائیٹڈ آرگنائزیشن کے قیام اور اسے فعال بنانے میں بھی اہم کردار ادا کیا۔

اگرچہ جبری طور پر منقسم پوری ریاست جموں کشمیر کی وحدت کی بحالی اور مکمل آزادی جناب امان اللہ خان کی زندگی کا اہم ترین مشن ہے اور بے مثال جذبہ حریت سے سرشار اپنی ساری عمر تحریکِ آزادئ کشمیر کے لئے وقف کر رکھی ہے لیکن وہ گلگت بلتستان کے عوامی مسائل سے بھی غافل نہیں رہے۔ انہوں نے 1962ء میں ایک ماہنامہ وائس آف کشمیر جاری کیا جس میں وہ گلگت بلتستان سے متعلق خاص کر وزارتِ امور کشمیر کی افسر شاہی کی من مانیوں کے بارے میں تلخ و تُرش مضامین لکھتے رہے۔ وائس آف کشمیر کا ایک سپلیمنٹ تو گلگت بلتستان میں افسر شاہی کی مالی اور انتظامی دھاندلیوں پر ہی مشتمل تھا۔ اس سپلیمنٹ کی وجہ سے گلگت بلتستان کے حکام ان کے خون کے پیاسے ہو گئے یہاں تک کہ ریذیڈنٹ نے استور کے اسسٹنٹ پولیٹیکل ایجنٹ (اے پی اے) کو حکم دیا کہ وہ استور میں امان اللہ خان کی تمام موروثی جائیداد (زمین ، مکان اور سات دیہات کی نمبرداری وغیرہ) ضبط کرے لیکن اے پی اے موصوف (حکیم لطیف صاحب) نے یہ کہہ کر اس حکم کی تعمیل میں ٹال مٹول کیا کہ ایسا کرنے کے لئے ان کے پاس کوئی قانونی جواز نہیں اور اگر ایسا کیا گیا تو اس کے

بارے میں عوامی ردِ عمل انتہائی شدید ہو گا۔ اس کے بعد حکام اپنا غصہ جناب امان اللہ خان کے بزرگوں اور عزیزوں (مرحوم محمد اسماعیل خان سابق ڈپٹی کمشنر، مرحوم محمد اشرف خان مینجنگ ڈائریکٹر چائنا ٹریڈ سنڈیکیٹ، مرحوم محمد نواز انجینئر اور عطی اللہ خان ڈپٹی سیکرٹری داخلہ وغیرہ) پر اتارتے رہے لیکن امان اللہ خان ان انتقامی کاروائیوں سے مرعوب نہیں ہوئے اور اپنا کام جاری رکھا۔

اکتوبر 1970ء میں جناب امان اللہ خان اور ان کی تنظیم جموں کشمیر محاذ رائے شماری نے گلگت بلتستان کے عوامی حقوق (ایف سی آر، ایجنسی نظام، جاگیرداری نظام، جنسی مالیے اور افسر شاہی کی آمریت کے خلاف اور عوام کو سیاسی اور آئینی حقوق دینے) کے لئے بھرپور تحریک چلائی اور پاکستان و آزاد کشمیر میں ہفتۂ حقوق گلگت بلتستان منایا اور اس سلسلے میں شہید کشمیر مقبول احمد بٹ (جنہیں 1984ء میں بھارت نے تہاڑ جیل میں مجموعی طور پر دس سال کی اسیری کے بعد تختۂ دار پر چڑھایا) امان اللہ خان، عبدالخالق انصاری، میر عبدالمنان، غلام مصطفیٰ علوی اور جی ایم میر دو دفعہ گلگت گئے۔ پہلی بار انہیں گرفتار کر کے بھیڑ بکریوں کی طرح جیپ میں بھر کر تین سو میل دور قبائلی علاقے میں چھوڑ دیا گیا لیکن اس کے ساتھ ہی حکومت کو احساس ہوا کہ گلگت بلتستان کے عوام کو اگر کچھ حقوق نہیں دیئے گئے تو کشمیری سیاسی جماعتیں وزارتِ امور کشمیر کے لئے شدید مشکلات کھڑی کر سکتی ہیں چنانچہ محاذ رائے شماری والوں کے اس دورے کے فوراً بعد گلگت بلتستان کے لئے مشاورتی کونسل کے قیام کا اعلان ہوا اور فوراً ہی یعنی دسمبر 1970ء میں اس کے لئے انتخابات بھی کرائے گئے۔ محاذ رائے شماری والے دوسری بار نومبر 1970ء میں گلگت گئے۔ امان اللہ خان نے جیپ پر لاؤڈ سپیکر لگا کر عوام کو ان کے حقوق سے آگاہ کرتے ہوئے شہر کے کئی چکر لگائے۔ آخر انہیں گرفتار کیا گیا۔ ان کے ساتھیوں کو رات کو گلگت سکاؤٹس کے کوارٹر گارڈ میں رکھ کر صبح جہاز سے راولپنڈی بھیجا گیا جبکہ امان اللہ خان صاحب کو جیل بھیج دیا گیا۔ جہاں انہیں پندرہ ماہ تک قید میں رکھا گیا جو گلگت بلتستان کے عوامی حقوق کے لئے جدوجہد کرنے کی پاداش میں کاٹی جانے والی وہاں کے کسی فرد کی اب تک کی سب سے لمبی اسیری ہے ان کا قصور صرف یہ تھا کہ انہوں نے گلگت میں

تقاریر اور لٹریچر کے ذریعہ گلگت بلتستان کے عوام کو ان کے جائز آئینی ، سیاسی ، قانونی، معاشی اور سماجی حقوق دینے کا مطالبہ کیا تھا۔ یہی نہیں بلکہ انہوں نے اپنی حکمت عملی سے گلگت بلتستان کے عوام کو تین بڑی لعنتوں یعنی فرقہ ورانہ ، نسلی اور علاقائی منافرت سے نجات دلانے میں بھی انتہائی اہم کردار ادا کیا تھا۔ ان کی اسی اسیری کے دوران گلگت کا تاریخی عوامی مظاہرہ ہوا جس کے دوران مظاہرین نے جیل پر حملہ کر کے جناب امان اللہ خان سمیت جملہ سیاسی قیدیوں کو رہا کرایا۔ جب مظاہرین شہر کے وسط میں جلسۂ عام منعقد کرنے جا رہے تھے تو ریذیڈنٹ کمشنر اے آر صدیقی نے گلگت سکاؤٹس کو حکم دیا کہ وہ ہوا میں فائر کریں۔ انہوں نے ہوا میں فائرنگ کی لیکن مظاہرین آگے بڑھتے رہے جس پر ریذیڈنٹ نے اس پر گولی چلانے کا حکم دیا لیکن گلگت سکاوٹس کے نوجوانوں نے جو سب مقامی تھے اپنے بزرگوں ، عزیزوں پر گولی چلانے سے انکار کیا تو اے آر صدیقی نے ایک سکاوٹ سے رائفل چھین کر خود مظاہرین پر گولیاں چلائیں جس سے ایک شخص رجب علی شہید اور سات افراد زخمی ہو گئے۔ تیسرے دن انتظامیہ نے گلگت شہر میں کریک ڈاؤن کا پروگرام بنایا تو جناب امان اللہ خان نے شدید اصرار کیا کہ جن سیاسی رہنماؤں (جن میں اکثریت مقامی وکلاء کی تھی) کو مظاہرین نے جیل سے نکالا تھا وہ اپنے آپ کو آرمی کے حوالے کریں تا کہ امکانی طور پر بڑے پیمانے پر ہونے والے قتل عام سے بچا جا سکے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا جس کے بعد امان اللہ خان سمیت تمام سیاسی قیدیوں کو تقریبا" ایک ماہ تک جیل میں دو دو کر کے باندھے رکھا گیا۔ جناب امان اللہ خان سوا سال تک جیل میں رہے - اس دوران ان کا عدالتی بیان " اقرار جرم " کے عنوان سے شائع ہوا جو گلگت بلتستان کے عوامی حقوق سے متعلق ایک تاریخی دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے۔

1976ء میں جناب امان اللہ خان برطانیہ چلے گئے اور بین الاقوامی سطح پر مسئلہ کشمیر اور تحریکِ آزادی کو اجاگر کرتے رہے لیکن وہاں بھی انہوں نے گلگت بلتستان کو فراموش نہیں کیا وہاں سے شائع ہونے والے ماہنامہ وائس آف کشمیر انٹرنیشنل میں گلگت بلتستان سے متعلق مضامین شائع ہوتے رہے - وائس آف کشمیر کے ستمبر 1979 کے شمارے میں " گلگت بلتستان کے ساتھ یہ ظلم کیوں " کے عنوان سے امان اللہ

خان کا اداریہ ان کے ان علاقوں کے عوامی مفاد کے ساتھ گہری دلچسپی کا جیتا جاگتا ثبوت ہے۔

جناب امان اللہ خان بھارت کے دل میں کانٹے کی طرح کھٹکتے ہیں۔ چنانچہ اس نے انہیں برطانیہ میں سوا سال (ستمبر 85 تا دسمبر 86ء) قید رکھوانے کے بعد برطانیہ بدر کرایا۔ اس کے بعد 1990 میں ان کا امریکہ کا ویزا منسوخ کرایا اور انٹرپول کے ذریعہ دنیا کے ہر ملک میں ان کے خلاف وارنٹ گرفتاری جاری کروائے جنانچہ اکتوبر 1993ء میں انہیں بلجیم میں (جہاں وہ یورپی پارلیمنٹ کی دعوت پر کشمیر سے متعلق ایک کانفرنس میں شرکت کرنے گئے تھے) انٹرنیشنل وارنٹ گرفتاری کے تحت گرفتار کرایا جہاں سے وہ ڈھائی ماہ بعد رہا ہو گئے۔

امان اللہ خان صاحب نے اب تک مسئلہ کشمیر سے متعلق درجن بھر بین الاقوامی کانفرنسوں میں کشمیر کی نمائندگی کی ہے۔ بہت سی بین الاقوامی شخصیتوں سے ان کی علیک سلیک ہے۔ انہوں نے دو درجن سے زیادہ کتابچے اور کتابیں بھی لکھی ہیں جن میں ان کی خودنوشت سوانح عمری "جہدِ مسلسل" بھی شامل ہے نظریۂ خود مختار کشمیر پر پہلی ضخیم کتاب بھی ان ہی کی تصنیف "فری کشمیر" (بزبان انگریزی) ہے۔ ان کے مضامین دنیا کے اہم ترین اخباروں اور رسالوں میں شائع ہوئے ہیں۔ ان کے انٹرویو دنیا کے کچھ انتہائی اہم ریڈیو اور ٹیلیویژن سٹیشنوں سے نشر اور ٹیلی کاسٹ ہوئے ہیں۔

درج بالا حقائق کے پیش نظر یہ کہنا بے جا نہ ہو گا کہ عالمی سطح پر تحریکِ آزادیٔ کشمیر کے حوالے سے جو شہرت جناب امان اللہ خان کو حاصل ہے وہ کسی دوسرے کشمیری رہنما کو نہیں۔ بہ الفاظ دیگر عالمی سطح پر مسئلہ کشمیر اور تحریکِ آزادیٔ کشمیر کی پہچان امان اللہ خان ہیں۔ اندرون ریاست بھی انہیں انتہائی عزت و احترام حاصل ہے چنانچہ 1989ء میں انہیں متفقہ طور پر آزاد کشمیر کی گیارہ اہم ترین سیاسی پارٹیوں کے اتحاد کشمیر لبریشن الائنس کا پہلا سیکرٹری جنرل منتخب کیا گیا۔

اگرچہ پری شنگ استور گلگت میں جنم لینے والے امان اللہ خان صاحب اپنے آپ کو گلگت بلتستان سمیت پوری ریاست جموں کشمیر کا باشندہ کہلانے پر بضد رہتے ہیں اس کے باوجود گلگت بلتستان کو ریاست کے دوسرے حصوں کی نسبت اس بات پر

زیادہ فخر ہونا چاہئے کہ ان کے علاقے میں جنم لینے والے ایک سپوت نے ایک عظیم اور مقدس مشن سے وابستگی کی وجہ سے اور اپنی محنت اور ذہانت کے ذریعہ عالمی سطح پر شہرت حاصل کی ہے اور اس وقت نظریۂ خود مختار کشمیر کے حوالے سے تحریک آزادی کشمیر کی ایک علامت بن چکے ہیں۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

گلگت بلتستان کے عوام کا بھی فرض ہے کہ وہ اپنے اس ہم وطن کی باتیں غور سے سن کر ان پر عمل کریں کیونکہ یہ باتیں خود ان کے ارفعہ ترین مفاد میں ہیں۔

ڈاکٹر حیدر حجازی
مرکزی پبلسٹی سیکرٹری
جموں کشمیر لبریشن فرنٹ

راولپنڈی - مئی 1995ء

جموں کشمیر لبریشن فرنٹ ---- ایک مختصر تعارف

جموں کشمیر لبریشن فرنٹ جسے عام طور پر جے کے ایل ایف کے نام سے جانا جاتا ہے عالمی سطح پر سب سے زیادہ متعارف کشمیری تنظیم ہے۔ اس کی شاخیں آزاد کشمیر، مقبوضہ کشمیر، پاکستان، مشرق وسطیٰ کے بہت سے ممالک یورپ کے بہت سے ممالک (برطانیہ جہاں اسکی دو درجن کے قریب ذیلی شاخیں ہیں، فرانس، بلجیم، جرمنی، ہالینڈ، ڈنمارک، سوئٹزر لینڈ اور ناروے) اور امریکہ میں قائم ہیں۔ یہ تنظیم رسمی طور پر اور موجودہ نام سے مئی 1977 میں برمنگھم برطانیہ میں قائم ہوئی لیکن اس کے نظریئے کے حوالے سے اصل میں اس کا قیام 1965ء میں جموں کشمیر محاذ رائے شماری اور اس کے عسکری بازو جموں کشمیر نیشنل لبریشن فرنٹ (این ایل ایف) کے نام سے عمل میں آیا تھا۔ لبریشن فرنٹ کے موجودہ چیئرمین جناب امان اللہ خان محاذرائے شماری کے پہلے سیکرٹری جنرل تھے اور شہید کشمیر مقبول احمد بٹ (جنہیں بھارت نے دس سال سے زیادہ مدت تک قید رکھ کر فروری 1984ء میں تہاڑ جیل دہلی میں تختۂ دار پر لٹکایا)۔ اس کے دوسرے صدر تھے جبکہ امان اللہ خان این ایل ایف کے سیاسی شعبے کے سربراہ اور مقبول بٹ شہید عسکری شعبے کے دوسرے سربراہ تھے۔ امان اللہ خان صاحب 1976ء میں برطانیہ چلے گئے جہاں انہوں نے وقت کے شدید تقاضوں کے تحت محاذ رائے شماری (برطانیہ) کے آئین کو بدلے ہوئے حالات اور بین الاقوامی تقاضوں کے مطابق تبدیل کر کے تنظیم کا نام بھی بدل کر جموں کشمیر لبریشن فرنٹ رکھا۔ آزاد کشمیر میں لبریشن فرنٹ 1982 میں قائم ہوا۔ مقبوضہ کشمیر میں 1987ء میں اور گلگت میں 1988ء میں قائم ہوا۔

ہمارے نظریات اور اغراض و مقاصد

جموں کشمیر لبریشن فرنٹ کے نظریات اور اغراض و مقاصد کے اہم نکات مندرجہ

ذیل ہیں (اس موضوع کی تفصیلات ہمارے کتابچوں " نظریۂ خود مختار کشمیر "اور " خود مختار کشمیر کیوں" میں درج ہیں۔

1 ریاست جموں کشمیر بشمول بھارتی مقبوضہ کشمیر آزاد کشمیر اور گلگت بلتستان ایک ناقابل تقسیم سیاسی وحدت ہے - گلگت بلتستان کے علاقے جنہیں مخصوص اور مذموم مقاصد کے تحت شمالی علاقہ جات کا نام دیا گیا ہے ریاست جموں کشمیر کا اسی طرح آئینی حصہ ہیں جس طرح وادی کشمیر، جموں، لداخ یا آزاد کشمیر ہیں۔

2 ہماری نظر میں مسئلہ کشمیر کا بہترین حل یہ ہے کہ پوری ریاست جموں کشمیر بشمول بھارتی مقبوضہ کشمیر، آزاد کشمیر اور گلگت بلتستان کو دوبارہ متحدہ کر کے انہیں ایک آزاد خود مختار مملکت بنایا جائے۔ یہ نظریہ جموں کشمیر لبریشن فرنٹ کا ہے لیکن چونکہ کچھ لوگ ریاست کے پاکستان یا بھارت سے الحاق کے بھی حامی ہیں اس لئے جمہوری قدروں کے پیش نظر ہم کہتے ہیں کہ پوری ریاست سے بھارتی اور پاکستانی افواج اور سول حکام کے مکمل انخلاء کے بعد وہاں اقوام متحدہ کی نگرانی میں اور کسی قسم کی بیرونی مداخلت کے بغیر رائے شماری کرائی جائے جس میں پوری ریاست کے عوام یہ فیصلہ کریں کہ آیا پوری ریاست کو مستقل طور پر ایک آزاد و خود مختار مملکت بننا چاہئے یا پاکستان اور بھارت میں سے کسی ایک کا حصہ۔ یہ رائے شماری فرانسیسی طرز انتخاب کے تحت ہو جس میں کسی امیدوار کو اس وقت تک کامیاب قرار نہیں دیا جا سکتا جب تک وہ کل ڈالے گئے ووٹوں کے 50 فیصد سے زیادہ ووٹ حاصل نہ کرے جبکہ برطانوی طرز انتخاب میں 35 فیصد ووٹ حاصل کرنے والا (دوسرے سے زیادہ امیدواروں کی صورت میں) امیدوار بھی کامیاب قرار دیا جا سکتا ہے حالانکہ 65 فیصد ووٹ اس کے خلاف گئے ہوتے ہیں۔ پوری ریاست کے عوام کی دلی خواہشات (جن کا عام طور پر وہ بوجوہ اعلانیہ اظہار نہیں کرتے) اور ٹیکنیکی ضروریات کے پیش نظر لبریشن فرنٹ کو پورا یقین ہے کہ پوری ریاست کی اکثریت کی رائے ریاست کی خود مختاری کے حق میں جائے گی۔

3 کشمیریوں کے علاوہ بین الاقوامی سطح کے ماہرین اقتصادیات بھی اس بات پر پوری طرح متفق ہیں کہ اگر پوری ریاست کو دوبارہ متحد کر کے اسے آزاد و خود مختار مملکت

بنایا جائے۔ اس کی ترقیاتی سکیموں کی منصوبہ بندی خود ریاستی عوام کے ہاتھ میں ہو اور ابتدائی طور پر عالمی مالیاتی اداروں سے کچھ امداد یا قرضہ ملے (جو یقیناً ملے گا) تو ریاست حصول خود مختاری کے بعد صرف دس سال کے اندر اندر دنیا کے اس حصے کی خوشحال ترین اور ترقی یافتہ ترین مملکت بن جائے گی۔

4 لبریشن فرنٹ نے مستقبل کے خود مختار کشمیر کی سیاسی تنظیمی اور معاشی ساخت کا ایک خاکہ مرتب کیا ہے جس کے اہم ترین خدوخال مندرجہ ذیل ہیں۔

(ا) خود مختار مملکت جموں کشمیر میں ایک وفاقی پارلیمانی طرز حکومت ہو گی جو چھ صوبوں پر مشتمل ہو گی یہ صوبے (i) وادی کشمیر (ii) گلگت بلتستان (iii) موجودہ آزاد کشمیر (iv) شمال مغربی جموں (مسلمان اکثریتی علاقے) (v) جنوب مشرقی جموں (ہندو اکثریتی علاقے) اور (vi) لداخ ہونگے (ب) ہر صوبہ خاصی اندرونی خود مختاری کا حامل ہو گا۔ مرکز میں قومی اسمبلی اور سینٹ پر مشتمل پارلیمنٹ ہو گی۔ قومی اسمبلی میں نمائندگی ہر صوبے کی آبادی کے لحاظ سے ہو گی جبکہ سینٹ میں ہر صوبے کی نمائندگی مساوی ہو گی۔ کسی صوبے سے متعلق کوئی فیصلہ اس وقت تک حتمی تصور نہیں ہو گا جب تک اسے پارلیمنٹ کی اکثریت کے ساتھ ساتھ متعلقہ صوبے کی صوبائی اسمبلی اور سینٹ میں اس کے ممبروں کی اکثریت کی بھی حمایت حاصل نہ ہو۔ (ج) نظام مملکت پارلیمانی جمہوریت - معاشی نصفت اور سماجی برابری کے اصولوں پر مبنی ہو گا (د) مملکت کے کسی باشندے یا طبقے کے ساتھ اس کے مذہبی عقیدے، جائے سکونت، نسل یا زبان کی بنیاد پر امتیازی یا تعصبانہ سلوک نہیں ہو گا (ر) مملکت کے کسی ایک علاقے کو دوسرے علاقے پر فوقیت حاصل نہیں ہو گی البتہ پوری مملکت کو تعلیمی اور اقتصادی لحاظ سے ایک سطح پر لانے کے لئے پسماندہ علاقوں کو دوسروں کی نسبت تیز رفتاری سے ترقی دی جائے گی۔

5 لبریشن فرنٹ مملکتِ پاکستان کا خیر خواہ ہے(مملکت پاکستان، پاکستان کے عوام، پاکستان کی سرزمین' پاکستان کی آزادی اور پاکستان کی حکومت کے مجموعے کا نام ہے) البتہ حکومت پاکستان کے لئے ہمارے پاس ایک ترازو ہے جس سے ہم اسے تول کر اس کے ساتھ اپنے رویے کا تعین کرتے ہیں اور وہ ترازو ہے اس کی کشمیر پالیسی - اگر

یہ پالیسی ریاستی عوام بشمول گلگت بلتستان کے عوام اور تحریکِ آزادیٔ کشمیر کے لئے مفید ہے تو ہم اس کی تعریف کرتے ہیں۔ اور اگر یہ پالیسی تحریکِ آزادی اور عوامی مفاد کے لئے نقصان دہ ہے تو ہم اس پر سخت سے سخت تنقید کرتے ہیں۔

6 حکومت پاکستان و حکومت آزاد کشمیر یا گلگت بلتستان کی انتظامیہ خاص کر وزارتِ امور کشمیر کی افسر شاہی کی تحریک دشمن اور عوام دشمن پالیسی یا اقدام کے خلاف آواز اٹھانا اس کی مذمّت کرنا یہاں تک کہ اس کے خلاف تحریک چلانا ہمارا حق ہی نہیں فرض بھی ہے۔

7 ہماری نظر میں آزادی جنگ آزادی کے تینوں یعنی عسکری، سیاسی اور سفارتی میدانوں میں مسلسل اور منظم جدوجہد کے ذریعہ ہی حاصل ہو سکتی ہے۔

لبریشن فرنٹ کے اب تک کے اہم اقدامات

جموں کشمیر لبریشن فرنٹ اگرچہ معروف کشمیری پارٹیوں میں سب سے کم عمر ہے لیکن مندرجہ ذیل حقائق ثابت کرتے ہیں کہ اس قلیل مدت میں اس نے تحریکِ آزادیٔ کشمیر کے سلسلے میں انتہائی اہم اور نتیجہ خیز اقدامات کئے ہیں۔

1 جموں کشمیر لبریشن فرنٹ واحد کشمیری تنظیم ہے جس کی شاخیں ریاست کے تینوں حصوں کے علاوہ پاکستان، مشرقِ وسطیٰ اور یورپ کے بہت سے ممالک اور امریکہ میں قائم ہونے کے ساتھ ساتھ جدوجہد آزادی کے تینوں یعنی سیاسی، عسکری اور سفارتی میدانوں میں بھی سرگرم عمل ہے۔

2 مقبوضہ کشمیر میں جاری موجودہ مسلح جدوجہد آزادی کی ابتداء جموں کشمیر لبریشن فرنٹ نے کی۔ لبریشن فرنٹ نے ڈیڑھ سال کی انتہائی رازدارانہ تیاری کے بعد 31 جولائی 1988ء کو اس مسلح جدوجہد کی ابتداء سری نگر میں بھارتی املاک پر تین بم دھماکوں سے کی۔ 31 جولائی 1988ء کے بعد تقریباً سوا سال تک جموں کشمیر لبریشن فرنٹ ریاست میں مسلح جدوجہد آزادی میں مصروف واحد تنظیم تھی۔ اس کے بعد مسلح جدوجہد میں وہ تنظیمیں بھی شامل ہوگئیں جنہوں نے ابتدا میں لبریشن فرنٹ کی مسلح

جدوجہد کو دہشت گردی اور غیر اسلامی فعل قرار دے کر اس کی پرزور مذمت کی تھی۔

3 لبریشن فرنٹ نے اب تک تقریباً ایک درجن نیم سرکاری اور غیر سرکاری بین الاقوامی کانفرنسوں میں کشمیر اور تحریکِ آزادیٔ کشمیر کی نمائندگی کی ہے' ان میں سے اکثر کانفرنسوں میں کشمیری وفود کی قیادت لبریشن فرنٹ کے چیئرمین امان اللہ خان کرتے رہے۔ یہ پہلی کشمیری تنظیم ہے جس کے نمائندے (اس کے سفارتی شعبے کے ترجمان راجہ ظفر خان) نے 13 اگست 1991ء کو جنیوا میں اقوام متحدہ کے ایک شعبے (انسانی حقوق کے عالمی کمیشن) کی دعوت پر پہلی بار اس کی سالانہ کانفرنس سے (لبریشن فرنٹ کے نمائندے کی حیثیت سے) خطاب کیا۔ اس کانفرنس میں دنیا کے تمام ممالک کے سفیر شریک تھے۔ بھارت کے سفیر پرکاش شاہ نے ظفر خان کی تقریر کے خلاف احتجاج بھی کیا اور دوسرے دن جواب کا حق استعمال کرتے ہوئے لبریشن فرنٹ پر خوب کیچڑ بھی اچھالا۔ لبریشن فرنٹ کے ہی چار ممبروں نے 3 اکتوبر 1980ء کو نیویارک میں اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے ہال میں داخل ہو کر بھارتی وزیر خارجہ کی تقریر کے دوران اور دنیا کے تمام ملکوں کے وزرائے خارجہ' سفیروں اور ذرائع ابلاغ کے نمائندوں کی موجودگی میں آزادیٔ کشمیر کے حق میں اور کشمیر پر بھارتی جبری قبضے کے خلاف خوب نعرے لگائے اور یہ سلسلہ تقریباً" بیس منٹ تک جاری رہا۔ اس طرح عالمی سطح پر پہلی بار بھارت کی اتنی شدید تضحیک ہوئی۔ اس کارروائی کی پوری منصوبہ بندی امان اللہ خان نے کی تھی۔ لبریشن فرنٹ نے ہی 1979ء میں پہلی بار اقوام متحدہ کے مرکزی سیکرٹریٹ نیویارک کے سامنے مظاہرہ کیا اور جنرل اسمبلی کے اجلاس کے دوران وہاں ہونے والے مظاہروں کا یہ سلسلہ اب تک چل رہا ہے۔ امریکہ اور یورپ کے مختلف ممالک میں اب تک لبریشن فرنٹ نے درجنوں مظاہرے کئے ہیں۔ ہم نے اب تک تین بار یورپ کے کئی دارالحکومتوں خاص کر لندن' پیرس' بون' ایمسٹرڈم اور کوپن ہیگن کے علاوہ نیویارک میں ایک ہی دن مظاہرے کرائے ہیں۔ مسئلہ کشمیر اور تحریکِ آزادیٔ کشمیر سے متعلق ہمارا لٹریچر مختلف زبانوں میں شائع ہو کر دنیا بھر میں تقسیم ہوتا رہا ہے۔ چنانچہ یہ کہنا بے جا نہ ہو گا کہ عالمی رائے عامہ کی طرف سے نظریۂ خود مختار کشمیر کی حمایت بڑی حد تک لبریشن فرنٹ کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔

4 لبریشن فرنٹ پہلی کشمیری تنظیم ہے جس کی طرف سے (12 فروری 1992ء کو) کشمیر میں جنگ بندی لائن عبور کرنے کی کوشش کو دنیا بھر کے اخبارات' ریڈیو' ٹیلی ویژن نے پوری کوریج دی جس کے نتیجے میں مسئلہ کشمیر اور کشمیریوں کی جدوجہد آزادی عالمی سطح پر پوری طرح اجاگر ہوئے۔ لبریشن فرنٹ ہی پہلی کشمیری تنظیم ہے جس نے جولائی 1992ء میں ریاست کے دونوں حصوں کے زعما کی ایک کانفرنس (راولاکوٹ کانفرنس) کی تمام تیاریاں مکمل کی تھیں تاکہ یہ زعما مل بیٹھ کر مسئلہ کشمیر کو حل کرنے کے لئے کوئی متفقہ اور قابل عمل فارمولا مرتب کریں لیکن عین موقع پر بھارت' پاکستان اور آزاد کشمیر کی حکومتوں نے اس کے انعقاد پر بالواسطہ طور پر پابندی لگادی۔ لبریشن فرنٹ ہی پہلی کشمیری تنظیم ہے جس نے دسمبر 1992ء اور جولائی 1994ء میں اسلام آباد میں پاکستان میں متعین سفارت کاروں کو مسئلہ کشمیر اور تحریکِ آزادئ کشمیر پر اجتماعی طور پر بریف کیا۔ لبریشن فرنٹ پہلی کشمیری تنظیم ہے جس کے سربراہ (امان اللہ خان) تحریک آزادی کے سلسلہ میں اندورن ریاست کے علاوہ پاکستان' برطانیہ' نیویارک اور بلجیم میں قید رہے ہیں۔ جس کے تین ممبر صدیق بھٹی' ریاض ملک اور راجہ قیوم برطانیہ میں عمر قید کاٹ رہے ہیں' جس کے دو کمانڈر انچیف (اشفاق مجید وانی' شیخ عبدالحمید) شہید ہوچکے ہیں۔ جس کے دو صدور (یاسین ملک اور جاوید احمد میر) اور سینکڑوں سینئر کمانڈر اور حریت پسند پابند سلاسل رہے ہیں اور سینکڑوں شہید ہوچکے ہیں۔

جموں کشمیر سٹوڈنٹس لبریشن فرنٹ

جموں کشمیر لبریشن فرنٹ کا سٹوڈنٹ ونگ جموں کشمیر سٹوڈنٹس لبریشن فرنٹ (جے کے ایس ایل ایف) ہے اس کی شاخیں آزاد کشمیر کے تقریباً" ہر اعلیٰ تعلیمی ادارے اور پاکستان کی یونیورسٹیوں اور فنی کالجوں میں ہیں۔ جوشیلے نوجوانوں کی یہ تنظیم انقلابی اقدامات میں لبریشن فرنٹ کے ہراول دستے کے فرائض انجام دیتی ہے۔

گلگت بلتستان میں تنظیم

جموں کشمیر لبریشن فرنٹ کی شاخ 1988 میں گلگت میں قائم کی گئی تھی اس کے کنوینئر شفقت ولی خان ایڈووکیٹ گلگت اور سیکرٹری مظفر علی خان ایڈووکیٹ گلگت تھے لیکن بوجوہ وہاں تنظیم کو وسعت نہیں ملی۔ البتہ اب ہم اسے وہاں منظم کر رہے ہیں۔ جو لوگ ہمارے نظریات اور اغراض و مقاصد سے متفق ہیں اور ان نظریات اور اغراض و مقاصد کے حصول کے لئے ہمارے ساتھ تعاون کرنا یا ہمارے ممبر بننا چاہتے ہیں وہ ہمارے راولپنڈی زونل آفس (144 بی سیٹلائٹ ٹاؤن ، نزد چاندنی چوک - مری روڈ راولپنڈی - فون نمبر425689 یا 841742 سے رابطہ کریں۔

ایس ایم افضل

سکریٹری جنرل

جموں کشمیر لبریشن فرنٹ

گلگت بلتستان کی آئینی حیثیت

کچھ مدت سے گلگت بلتستان کی آئینی حیثیت (آیا یہ علاقے ریاست جموں کشمیر کے آئینی حصے ہیں یا پاکستان کے) کے بارے میں مختلف اور متضاد آراء کا اظہار کیا جا رہا ہے۔ پاکستان کی افسر شاہی کے کچھ عناصر اور گلگت بلتستان کے کچھ حلقے ان علاقوں کو پاکستان کا حصہ قرار دے رہے ہیں۔ جبکہ آزاد کشمیر کی تمام سیاسی پارٹیاں ان علاقوں کو ریاست جموں کشمیر کے جزو لاینفک سمجھتی ہیں۔ وزارتِ امور کشمیر کے کچھ افسروں اور گلگت بلتستان کے کچھ عناصر کی طرف سے گلگت بلتستان کی آئینی حیثیت کے بارے میں کنفیوژن (ذہنی الجھاؤ) پیدا کرنے کی ان کوششوں کے باوجود اس بارے میں اصل اور واحد حقیقت یہ ہے کہ گلگت بلتستان کے علاقے اولاً" و آخراً" ریاست جموں کشمیر کے آئینی اور قانونی حصے ہیں اور انہیں عارضی طور پر پاکستان کی وزارتِ امور کشمیر کے زیر انتظام دیا گیا تھا۔ گلگت بلتستان کے جو عناصر ان علاقوں کو پاکستان کا آئینی حصہ قرار دیتے ہیں ان میں سے کچھ تو اپنے ذاتی ، گروہی یا فرقہ وارانہ مفادات کے لئے یہ بے بنیاد موقف اختیار کرتے ہیں۔ بہت سے وزارتِ امور کشمیر کی افسر شاہی کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اور کچھ تاریخی حقائق سے بے خبری کی وجہ سے۔ کیونکہ وزارتِ امور کشمیر کی افسر شاہی 1947ء کے بعد ہی سے انہیں یہی بے بنیاد سبق دیتی رہی ہے۔ اس صورت حال کی ایک اہم وجہ یہ بھی ہے کہ وزارت امور کشمیر کی افسر شاہی ان علاقوں میں کشمیری سیاسی پارٹیوں کی شاخوں کے قیام اور ان کی سرگرمیوں کے راستے میں رکاوٹ بنتی رہی ہے۔

مندرجہ ذیل حقائق اس حقیقت کی پوری وضاحت کرتے ہیں کہ گلگت بلتستان کے علاقے ریاست جموں کشمیر کے آئینی حصے ہیں۔ پاکستان کے نہیں۔

1 سروے آف پاکستان کی طرف سے شائع ہونے والے سرکاری نقشوں اور ریاست کے دونوں حصوں کی حکومتوں کی طرف سے شائع کئے جانے والے ریاست جموں کشمیر کے نقشوں میں گلگت بلتستان کو ریاست جموں کشمیر کا حصہ دکھایا جاتا ہے۔

2 اقوام متحدہ اور اس کے ذیلی اداروں کی طرف سے شائع ہونے والے دنیا اور برصغیر کے نقشوں میں گلگت بلتستان کو ریاست جموں کشمیر کا حصہ دکھایا جاتا ہے یہ بات بھی یہاں قابل ذکر ہے کہ اقوام متحدہ اور عالمی بنک کے نقشوں میں گلگت بلتستان سمیت ریاست جموں کشمیر کو بھارت اور پاکستان دونوں سے الگ تھلگ دکھایا جاتا ہے اور فٹ نوٹس میں واضح کیا جاتا ہے کہ ریاست جموں کشمیر بھارت یا پاکستان کا حصہ نہیں ہے۔ ان نقشوں میں یہ وضاحت بھی کی جاتی ہے کہ نقشے کے فٹ نوٹس میں درج بھارت اور پاکستان کے رقبوں اور آبادیوں کے بارے میں دیئے گئے اعداد و شمار میں ریاست جموں کشمیر کی آبادی اور رقبہ شامل نہیں۔)

3 پاکستان کے موجودہ آئین سمیت جتنے بھی آئین پاکستان میں نافذ ہوئے ان میں سے کسی ایک میں بھی گلگت بلتستان کو پاکستان کا آئینی حصہ تسلیم نہیں کیا گیا۔

4 پاکستان کی سپریم کورٹ اور لاہور ہائی کورٹ نے کئی بار اس بات کی وضاحت کی ہے کہ گلگت بلتستان کے علاقے ریاست جموں کشمیر کے آئینی حصے ہیں پاکستان کے نہیں اور ان کی آئینی حیثیت آزاد کشمیر سے کسی طرح مختلف نہیں۔

5 اگرچہ 1935ء میں گلگت کے کچھ علاقے انگریزوں نے ریاستی حکومت سے لیز (پٹے) پر لئے تھے لیکن یہ علاقے انہوں نے یکم اگست 1947ء کو قیام پاکستان سے دو ہفتے پہلے ہی ریاست جموں کشمیر کو لوٹا دیئے تھے۔ ریاستی حکومت نے گلگت بلتستان اور لداخ کو ملا کر انہیں ریاست کے تیسرے صوبے (جموں اور وادی کشمیر کے علاوہ) کا درجہ دیا تھا اور بریگیڈیئر گنسارا سنگھ کو اس تیسرے صوبے کا گورنر مقرر کیا تھا۔ جس نے 2 اگست 1947ء کو اپنے عہدے کا چارج لیا تھا۔ اس موقع پر گلگت کے علاوہ سرینگر میں بھی جشن منایا گیا اور چراغاں کیا گیا تھا۔

6 یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ 1935ء اور 1947ء کے درمیانی عرصے میں بھی گلگت کا علاقہ استور اور بلتستان کا سارا علاقہ ریاستی حکومت کے زیر انتظام تھے۔ یہ علاقے انگریزوں کے زیر انتظام کبھی نہیں رہے۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ گلگت کے جو علاقے 12 سال تک انگریزوں کے زیر انتظام رہے اس دوران بھی گلگت میں انگریزوں کے جھنڈے (یونین جیک) کے ساتھ ساتھ ریاستی جھنڈا بھی لہراتا تھا اور سرکاری

دفاتر میں نچلے درجے کا عملہ ریاستی ہوتا تھا صرف اعلیٰ افسر انگریز تھے۔

7 ہنزہ اور نگر کے راجے اور پولیٹیکل ڈسٹرکٹس کے گورنر بھی ریاستی حکومت کے ماتحت تھے۔

8 1934 میں ریاست جموں کشمیر کی اسمبلی کے قیام سے 1947ء تک اس اسمبلی میں گلگت بلتستان کے علاقوں کو نمائندگی حاصل تھی۔ اب بھی مقبوضہ کشمیر کی اسمبلی میں آزاد کشمیر اور گلگت بلتستان کے لئے مختص 25 نشستیں خالی ہوتی ہیں۔

9 پاکستان اور بھارت دونوں نے اقوام متحدہ کے کمیشن برائے بھارت و پاکستان (UNCIP) کی 13 اگست 1948 اور 5 جنوری 1949ء کی قراردادوں کو تسلیم کیا ہے اور ان پر دستخط کئے ہیں - ان قراردادوں کے تحت (جنہیں پاکستان آج بھی تسلیم کرتا ہے اور ان کے تحت مسئلہ کشمیر کو حل کرنے کا مطالبہ کرتا رہتا ہے) ریاست کے دوسرے حصوں کی طرح گلگت بلتستان میں بھی ریاست کے مستقبل کے تعین کے لئے رائے شماری ہونی تھی - اگر یہ علاقے پاکستان کا حصہ ہوتے تو پاکستان یہ بات کیسے تسلیم کرتا کہ اس کے علاقے میں ریاست جموں کشمیر کے مستقبل کے بارے میں رائے شماری ہو۔

10 ریاست جموں کشمیر میں بھارت کے زیر تسلط علاقے اور ریاست کے بھارت سے آزاد شدہ علاقوں کے درمیان لائن کو سیز فائر لائن (اب لائن آف کنٹرول) کہا جاتا ہے جبکہ بھارت کو پاکستان سے جدا کرنے والی لائن کو پاک بھارت سرحد کہا جاتا ہے۔ اگر گلگت بلتستان پاکستان کا حصہ ہوتے تو گلگت بلتستان کو مقبوضہ کشمیر سے جدا کرنے والی لائن کو پاک بھارت سرحد کہا جاتا لیکن اس لائن کو سیز فائر لائن (اب لائن آف کنٹرول) کہا جاتا ہے۔ صرف اس لئے کہ گلگت بلتستان پاکستان کا حصہ نہیں ریاست جموں کشمیر کا حصہ ہیں۔ علاوہ ازیں اگر گلگت بلتستان پاکستان کا حصہ ہوتے تو گلگت بلتستان کے محاذ پر بھارت نے 1971 کی جنگ کے دوران جن فوجی چوکیوں پر قبضہ کیا تھا وہ معاہدہ شملہ کے تحت پاکستان کے دوسرے مقبوضہ علاقوں کی طرح پاکستان کو واپس کی جاتیں لیکن ایسا نہیں ہوا - اس لئے کہ معاہدہ شملہ کے تحت اس جنگ کے دوران ریاست جموں کشمیر میں جس نے جہاں قبضہ کیا تھا ان پر قابض رہنا تھا جبکہ

بھارت اور پاکستان نے ایک دوسرے کے مقبوضہ علاقے واپس کرنے تھے۔

11 1949ء میں پاکستان کے مرکزی وزیر بے محکمہ نواب مشتاق احمد گورمانی مرحوم آل جموں کشمیر مسلم کانفرنس کے صدر چوہدری غلام عباس مرحوم اور آزاد کشمیر کے صدر سردار محمد ابراہیم خان کے مابین آزاد کشمیر و گلگت بلتستان پر عملداری سے متعلق معاملات کے بارے میں ہونے والے (15 شقوں پر مشتمل) معاہدے کے شق نمبر A viii کے تحت گلگت بلتستان کے انتظامی اختیارات عارضی طور پر حکومت پاکستان کے پولیٹیکل ایجنٹ کو دیئے گئے۔ اگر گلگت بلتستان پاکستان کے آئینی حصے ہوتے تو اس معاملے میں آزاد کشمیر کی حکومت اور مسلم کانفرنس (جو اس وقت آزاد کشمیر کی حکمران پارٹی تھی) کے صدور کے دستخط لینے یا انہیں فریق بنانے کا کوئی جواز نہیں تھا۔

12 جہاں تک گلگت بلتستان کے کچھ لوگوں کے اس استدلال کا تعلق ہے کہ ان علاقوں کے لوگوں نے 1947 میں ہی پاکستان سے الحاق کیا ہے۔ اس کا نہ تو پاکستان کے کسی آئین میں کوئی ذکر ہے نہ اس بارے میں کسی دستاویز کا کوئی وجود ہے۔ نہ یہ معلوم ہے کہ یہ الحاق کس تاریخ کو ہوا اور کس نے کیا تھا۔ اور اگر کسی نے یہ الحاق کیا بھی تھا تو اسے ایسا کرنے کا کون سا آئینی حق حاصل تھا۔ یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ اب تک پاکستان کی کسی ذمہ دار شخصیت نے اس مفروضہ الحاق کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ نہ ہی حکومت پاکستان کی طرف سے آج تک سرکاری طور پر اس سلسلے میں کوئی اعلان ہوا ہے۔ اگر کچھ لوگوں کے اس بے بنیاد موقف کو تسلیم کیا جائے تو بھارتی مقبوضہ کشمیر جہاں ریاست کی دو تہائی آبادی رہتی ہے کو بھارت کا آئینی حصہ تسلیم کرنا پڑے گا۔ کیونکہ مہاراجہ کشمیر نے بھارت سے الحاق کیا تھا جس کی توثیق بعد میں مقبوضہ کشمیر کی اسمبلی نے بھی کی۔ ان تمام حقائق کے پیش نظر گلگت بلتستان کو پاکستان کا آئینی حصہ قرار دینا۔ ان علاقوں کو پاکستان کا صوبہ بنانے کا مطالبہ یا پاکستان کی پارلیمنٹ میں نمائندگی طلب کرنا یہی نہیں کہ غیر آئینی ہے بلکہ بھارتی مقبوضہ کشمیر کے پچاسی لاکھ باشندوں جن میں سے کم از کم پچپن لاکھ مسلمان ہیں سے غدّاری کے مترادف ہے۔

13 1949ء میں نواب گورمانی، چوہدری غلام عباس (مرحوم) اور سردار محمد ابراہیم خان کے مابین ہونے والے جس معاہدے کے تحت گلگت بلتستان کے انتظامی امور عارضی طو رپر حکومت پاکستان کو تفویض کئے گئے تھے اسی معاہدے کی شق نمبر A(ii)A(i) کے تحت آزاد کشمیر کے دفاع، امور خارجہ اور اندرونی سیکیورٹی سے متعلق جملہ معاملات حکومت پاکستان کو تفویض کئے گئے تھے۔ اگر امور خارجہ، دفاعی معاملات اور اندرونی سیکیورٹی سے متعلق امور پاکستان کے ہاتھ میں رہنے کے باوجود آزاد کشمیر پاکستان کا آئینی حصہ نہیں تو سول انتظامی امور پاکستان کے تحت ہونے سے گلگت بلتستان کا علاقہ پاکستان کا حصہ کیسے بن سکتا ہے۔

14 1963ء میں پاکستان اور چین کے مابین گلگت بلتستان اور چین کی سرحدی حد بندی کے بارے میں جو معاہدہ ہوا اس میں بھی گلگت بلتستان کے علاقوں کو واضح طور پر ریاست جموں کشمیر کا حصہ تسلیم کیا گیا ہے۔

15 1993ء میں آزاد کشمیر کی ہائی کورٹ نے ملک مسکین اور امیر جان آف ضلع دیا میر کی طرف سے دائر کی جانے والی رٹ (جس میں جموں کشمیر لبریشن فرنٹ سمیت تقریباً" جملہ کشمیری سیاسی تنظیمیں بھی ملک مسکین وغیرہ کے ساتھ فریق تھیں) میں فیصلہ دیتے ہوئے پوری طرح واضح کیا کہ گلگت بلتستان کے علاقے تاریخی اور آئینی حیثیت سے ریاست جموں کشمیر کا حصہ ہیں۔ ہائی کورٹ نے آزاد کشمیر کی حکومت سے کہا کہ وہ ان علاقوں کا انتظامی کنٹرول سنبھالے۔ اس فیصلے کے خلاف آزاد کشمیر کی سپریم کورٹ میں اپیل کی گئی۔ سپریم کورٹ نے گلگت بلتستان کی آئینی حیثیت (یعنی یہ علاقے ریاست جموں کشمیر کا حصہ ہیں) کے بارے میں ہائی کورٹ کے فیصلے سے اختلاف کئے بغیر فیصلہ دیا کہ آزاد کشمیر ایکٹ 1974 (جو وزارتِ امور کشمیر کا مرتب کیا ہوا ہے) کے تحت آزاد حکومت کو یہ حق اور اختیار حاصل نہیں کہ وہ موجودہ آزاد کشمیر سے باہر ریاست کے کسی علاقے کا انتظامی کنٹرول سنبھالے۔ الغرض آزاد کشمیر کی سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ کی نظر میں بھی گلگت بلتستان کے علاقے ریاست جموں کشمیر کا حصہ ہیں۔

قصہ مختصر، درج بالا ناقابل تردید حقائق اس بات کی پوری اور ناقابل تردید